ادب کیا ہے؟

جناب وقار احمد صاحب رضوی، ایم، اے

ادب ایک تسلسل اور ایک استمرار ہے۔ وہ کوئی جامد چیز نہیں، نامیاتی حرکت ہے، ادب ایک سماجی عمل ہے۔ وہ شوکتِ پاستان کا نقیب بھی ہے اور حدیثِ گفتنی بھی۔ وہ مقصودِ آدم گری بھی ہے اور حُسن کا ابلاغِ تمام بھی۔ ادب نہ فلسفہ ہے اور نہ سائنس بلکہ نوعِ بشر کے سینے میں فطرت کی ایک امانت ہے، جس کا ہر مظہر، فطرت کی بالیدگی سے عبارت ہے چاند، تاروں کی دنیا ہو یا مُرغ و ماہی، وہ ہر جگہ فطرت کی گود میں مقامات نوحہ و نغمہ کی تخلیق کرتا ہے۔

ادب نظری نہیں، فطری چیز ہے، وہ فطرت کی عکاسی کرتا ہے، جب دنیا کی تلخ حقیقتیں زیادہ سنگین ہوجاتی ہیں تو ادب ناہید کا نغمہ، آبشاروں کا ترنم اور سبزہ زاروں کی طراوت بن جاتا ہے، وہ سبزۂ خوابیدہ سے لالہ و ریحان کے قافلے لے کر نکلتا ہے۔ اور دکھوں بھری دنیا کو حرف و حکایت کی شیرینی عطا کرتا ہے، اندھیرے میں اجالا اور تاریکیوں میں روشنی پھیلاتا ہے۔

ادب حقیقتِ خارجی بھی ہے اور حقیقتِ داخلی بھی، وہ زندگی کو مثالیت کی ان بلندیوں تک لے جاتا ہے جہاں عملی قوتیں شکست و ریخت سے دوچار ہوتی ہیں۔ شاید یہی وہ مقام ہے جب مادہ، شعور سے۔ وجود، تصور سے۔ روح، جسم سے۔ اور عمل، فکر سے پہلے وجود میں آتا ہے۔

ادب ایک عمرانی صداقت ہے وہ خلا میں نہیں، زندگی کے بطن سے پیدا ہوتا ہے، عمرانی تصورات کی تبدیلیوں کے ساتھ، ادبی تصورات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ زندگی ہمیشہ نئے قالب بدلتی رہتی ہے۔ اس کا لازمی اثر

ادب پر پڑتا ہے، نئی روایتیں اور نئے اسلوب پیدا ہوتے ہیں - وہ ستاروں کی گذرگاہوں کو ڈھونڈھ کر اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرنے لگتا ہے - اور سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرکے اپنی زندگی کی شب تار کو سحر بنا لیتا ہے -

ادب DYNAMIC ہوتا ہے - وہ معاشرے میں ANARCHY ، تضاد اور پژمردگی کو دور کرتا ہے وہ قوم کی تاریخ بھی ہوتا ہے اور اس کے عمل کا پیمانہ بھی - وہ ٹھہرا ہوا نقطہ نہیں - معاشرتی حدوث و ارتقاد کا تخلیقی عکس ہے - وہ محض زندگی کی ترجمانی نہیں کرتا، اس کی توسیع بھی کرتا ہے - وہ بیک وقت ماضی کی یادگار، حال کا آئینہ اور مستقبل کا اشاریہ ہوتا ہے - زندگی مختلف مرئی اور غیر مرئی کیفیات کا مجموعہ ہے، ادب حقیقتوں کا متحرک عکس ہے - معاشی نظام، طریق پیداوار اور مادی حقائق، ادب کی تخلیق کرتے ہیں، انسانی ذہن سے باہر ادب کا ایک مادی وجود ہوتا ہے - جو شعور و ادراک کو زندگی کی قدروں سے ہم آہنگ کرتا ہے - ادب زندگی کی حرکتِ اعلیٰ ہے جس طرح زندگی بالضد ترقی کرتی ہے اسی طرح ادب بھی ایک تقابلی جنگ ہے - وہ متحرک اور مسلسل ہے - پتھروں کی طرح جامد نہیں - حقیقت مائل بہ ارتقاء ہے - ادب بھی نامیاتی عمل ہے، اس کی کوئی آخری منزل نہیں - تناقض، تردید اور تخلیقِ جدید اس کے استمرار کے مدارج ہیں -

ادب کی طرح رقص، موسیقی، سنگ تراشی اور مصوری سب میں حرکت یا خطوط کا توازن یا تناسب مشترک طور پر ملتا ہے - رقص تمام فنونِ لطیفہ کا ابتدائی نقطہ ہے، وہ فطرت کی مہیب طاقتوں کے خلاف ناطق قدروں کی پذیرائی کرتا ہے - شاعری آواز، مفہوم اور کنایہ کا نام ہے - اور رقص اشاروں اور علامات کی شاعری ہے - وہ روایت کو اشاریت کی آخری شکل دیتا ہے -

موسیقی ایک فنِ لطیف ہے - اس میں جذبے کی کارفرمائی ہے - خالص موسیقی سُروں کا نام ہے - اس کا براہِ راست تعلق انسانی جذبات سے ہے - موسیقی جذبات کو متاثر کرتی ہے، نقاشی اور مصوری جذبات کو متاثر کرتے ہیں مگر عقل کے ذریعے - نقاشی اور مصوری - جذبات و تاثرات کی تعبیر فکر کے ذریعہ کرتے ہیں - تخیل میں مونثِ فکر ہوتی ہے، لیکن جامہ جسمی ہوتا ہے - ادب ایک فنِ جمیل ہے - اس کے لئے ضروری ہے کہ قضایائے عقلیہ کے ساتھ اپنی خصوصی توجہ عواطف کی طرف بھی کرے - ادب میں جذبے کا مقام موسیقی کی طرح عملی نہیں بلکہ عقلی ہے -

ادب - سماجی عمل ہونے کے علاوہ ایک انفرادی اور شخصی ماحول بھی رکھتا ہے - ادیب کا وجدان، ذاتی

احوال و کوائف سے گزر کر زندگی کی وسعتوں کا احاطہ کرتا ہے - اس کا عمیق ذہن تجربے کی تہ تک پہنچ کر اس کی نظر کو بصیرت کی تابانی سے منور کرتا ہے، کلام میں صداقت، جوش اور عمل اس وقت پیدا ہوتا ہے جب فنکار ذاتی تجربوں سے گزرتا ہے، اس لئے حسن، صداقت اور حق وادب کی بنیادی قدریں ہیں - عظیم ادب اپنے خالق کی شخصیت کا حسین پرتو ہوتا ہے، وہ کائنات کے اسرار و رموز کو انفرادی اور اجتماعی زندگی سے فکری طور پر مربوط کرتا ہے، ادیب کا ذوقِ جمال، ادب کو حسن وجمال سے آراستہ کرتا ہے، اور داخل کا مستحکم یقین، قوتِ تاثیر پیدا کرتا ہے، وہ سوزِ دروں کی آگ سے ادب کو پختہ کرتا ہے، اور اپنے خونِ جگر سے اس کی آبیاری کرتا ہے۔

ادیب اعلیٰ انسانی قدروں کا محافظ اور زندگی کا ترجمان و مفسّر ہوتا ہے، وہ اپنے سینے میں عوام کے دلوں کی دھڑکنیں محسوس کرتا ہے، زندگی فلسفہ کا آہنگ نہیں، جذبات کا نغمہ ہے - جو ادب میں داخلی تاثیر پیدا کرتا ہے۔ ادیب کے داخلی احساسات اور تجرباتِ وقت کے تہذیبی مزاج کی دین ہوتے ہیں - وقت کے تہذیبی مزاج سے ادیب کا جمالیاتی شعور نکھرتا ہے - ادیب کا جمالیاتی شعور اسے فطری طور پر تناسب اور ہم آہنگی توازن اور اعتدال کی جمالیاتی قدروں کے حصول پر آمادہ کرتا ہے، وہ انسانی ذہن کی اس سطح تک رہنمائی کرتا ہے جہاں زندگی کا ظاہری تضاد، تحلیل ہوکر، ادراکِ حقیقت کا موجب ہوتا ہے، ادیب کے ذاتی اور شخصی موثرات تمدنی اور سماجی عوامل کے زیرِ اثر ہی ظہور پذیر ہوتے ہیں - فرد کی تعبیر فرد کے ذاتی شعور اور سماجی ارتقاء کے تحت ہوتی ہے - جو تاریخی عمل کی ماہیت سے مطابقت رکھتی ہے۔

ادب حقائق کی خالص تعبیر ہی نہیں، وہ شخصیتِ ادیب کی ترجمانی بھی کرتا ہے، ادیب کی مزاجی ہیئت اور طرزِ ادا کی طرح ادب میں اثر اندازی اور اثر پذیری کی طاقتیں مختلف ہوتی ہیں، ادیبوں کے جدا جدا اسلوب ہوتے ہیں، ادب ایسے ہی مختلف تاثرات و تاثیرات کے مجموعے کا نام ہے۔

زندگی حقائق یا صرف خارجی احوال کے تابع نہیں، وہ ان اندرونی جذبات کے بھی تابع ہے، جو خالقِ ارادہ ہیں، عزم کو بیدار کرتے ہیں، انسانی رفتار کو متاثر کرتے ہیں، اخلاق کو مہذب بناتے ہیں، اور راہِ حیات کی حدبندی کرتے ہیں - جو ادب شخصیتِ ادیب کی ترجمانی کرے، پڑھنے والے کے دل میں ایسے ہی تاثرات پیدا کرے جیسے ادیب و شاعر نے محسوس کئے، وہ ادب حیاتِ انسانی کی سچی دستاویز ہوگا - اس سے حیات و کائنات کا گہرا مطالعہ

حاصل ہوگا۔

ادب محض استادی یا فنی کاریگری ہی نہیں، وہ فرشتوں کو آدم کی تڑپ اور آدم کو آدابِ خداوندی سکھاتا ہے۔ وہ قبائے لالہ وگل کی بخیہ گری ہی نہیں، زاہدِ شب زندہ دار کی صحبتِ نیم شبی میں فرد کو ارادہ، علم اور نظریے کی تلقین بھی کرتا ہے۔ ادب کسی خلّاق دماغ کی خود رو تحریک کا نتیجہ بھی ہے اور وہ زندگی کی تخیلی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ ہر دور کا ادب مقصدی رہا ہے۔ بغیر مقصد کے ادب پیدا نہیں ہوتا۔ وہ کسی نہ کسی نظریۂ زندگی کا ترجمان ہوتا ہے فن بلا ارادہ اور لاشعوری طور پر پہلے وجود میں آتا ہے، اس کے اصول اور نظریات بعد میں مدون اور مرتّب کئے جاتے ہیں۔ تاریخ کے گذشتہ ادوار میں نظریہ، غیر شعوری طور پر ادب میں راہ پاتا تھا۔ آج نظریہ ہر اچھے اور بُرے فنکار کا جزو ہے۔ عقائد ادب میں زندگی کی بصیرت لاتے ہیں۔

ادیب کے دل میں جو احساسِ حُسن پیدا ہوتا ہے، وہ خارجی حقائق کے شعور اور ادراک کا نتیجہ ہوتا ہے، وہ احساس، انفرادیت سے گذر کر اجتماعی شکل اختیار کرتا ہے۔ ادبی تاثیر اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب ادیب خارجی یا داخلی حسیاتِ جمال کی عکاسی اس طور پر کرے کہ تصویر کا حقیقی رُخ پڑھنے والے کے سامنے آجائے۔ وہ قوت جو اس تصویر کشی کی تکمیل کرتی ہے اس کو قوتِ فکریہ حسیہ یا قوتِ خیالیہ IMAGINATION کہتے ہیں۔ جذبے کی طرح خیال بھی ادب کا ایک ضروری عنصر ہے۔ خاص طور سے ان فنون میں جن میں جذبے کو دخل ہے۔ خالص موسیقی کے علاوہ تمام فنون میں فکر کو بنیادی رکن کا درجہ حاصل ہے، فکر کو معنویت یا نظریے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ادب میں فکر یا نظریے کی اہمیت یہ ہے کہ وہ ادب میں رونق اور قوت پیدا کرتا ہے، زندگی اپنی دوامی رفتارِ ارضی میں عقلِ مفکر سے رہنمائی حاصل کرتی ہے۔ اور شعورِ دافع یا جذبۂ محرک پر تکیہ کرتی ہے۔ عقلِ مفکر اور جذبۂ محرک ادبِ تاریخی پیدا کرتا ہے۔

ادب میں فکر کی اس قدر مقدار ہی کافی ہے جو آثارِ ادبیہ کو مضبوط اور مستحکم بنادے لیکن اگر مقصد عقل کی امداد کرنا ہے، خالص افکار کے ذریعہ۔ تو وہ علم (SCIENCE) ہے، اس کو عقلیتِ خالصہ سے موسوم کیا جاسکتا ہے جو نہ فن ہے اور نہ ادب بلکہ علم ہے۔

وہ زبان جو حقائقِ علمی کی تعبیر دقیق انداز میں کرے، وہ شخصیتِ ادیب کی ترجمانی نہیں کرتی۔ اس اعتبار

سے فلسفہ، طبیعات، کیمیا اور حساب کا شمار ادب میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ اصطلاحی زبان میں آثارِ شخصی کو سمونے کی صلاحیت نہیں ہوتی، علمی زبان۔ موضوعی مسائل اور حقائقِ عقلی سے بحث کرتی ہے، اس میں جذبہ کو دخل نہیں ہوتا۔ عقلی اسلوب یا علمی طرزِ ادا، باریکی میں علمِ ریاضی کی زبان سے قریب ہوتا ہے۔ بسا اوقات علمِ ریاضی کی زبان دقیق ترین زبان ہوتی ہے۔ خالص عقلی کی تصویر کشی کے لئے اس سے زیادہ سچی یا راست انداز کوئی اور زبان بھی نہیں ہے

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ادب اور علم میں فرق ہے۔ یہ فرق علمی اور ادبی طبیعت کے فرق سے پیدا ہوتا ہے، ایک طبیعتِ علمیہ ہے اور دوسری طبیعتِ ادبیہ، ان دونوں کے درمیان جو فرق ہے وہی علم اور ادب کے درمیان ہے۔ طبیعتِ علمیہ کا مقصد، اشیاء کا تحلیل وتجزیہ، ان کے بارے میں غور وخوض، اور ان کی نشو ونما سے بحث کرنا ہے۔ جس طرح ایک ماہرِ نباتات، گھاس پودوں اور پھولوں سے واقفیت حاصل کرتا ہے پھر ان کے اجزاء کے فرائض بیان کرتا ہے۔ وہ ان کے تعلق بالغیر کی شرح کرتے ہوئے ان کے مدارجِ حیات کا بھی تعین کرتا ہے، بالکل اسی طرح طبیعتِ علمیہ عناصر اور ان کے تعلقِ بالغیر سے بحث کرتی ہے، ان بحثوں سے ضوابطِ علمیہ اور عقلی اصول تشکیل پاتے ہیں۔

طبیعتِ ادبیہ، اشیاء سے اس طور پر بحث کرتی ہے کہ ان کا تعلق انسانی جذبات سے کیا ہے؟ اور وہ کیا چیزیں ہیں جو نفسِ انسانی میں شعور اور وجدان کو بیدار کرتی ہیں۔

پھول مرتب ہیں اور خوبصورت ہیں۔ وہ انسان کی لطف اندوزی کے لئے ہیں۔ انسان ان کی خوشبو سے محظوظ ہوتا ہے۔ ان سے فطری خوبصورتی اور حیاتِ طبعی کا سراغ ملتا ہے۔ ادب جمالِ فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ اور ہمارے لئے سرور وانبساط بہم پہنچاتا ہے۔

یہ علماء نہیں ہیں جو ہم کو فطرت کی بوقلمونی سے آگاہ کرتے ہیں۔ یہ ادیب کی ذات ہے جو ہمارے اوپر فطرت کے اسرار و رموز افشا کرتی ہے۔ ادیب ہمارے سامنے فطرت کی نیرنگیاں پیش کرتا ہے۔ ان عمیق معانی کی تفسیر کرتا ہے جو ترنم اور ہیئت کے امتزاج سے ادب کے جمالیاتی رشتوں کو استوار کرتے ہیں۔ کیفیات کی زبان، داخلی تاثر کا اشاریہ ہوتی ہے۔ وہ فنی تقاضوں اور انفرادی داخلیت کا رشتہ، جوئے خوش آب کی طرح، عام زندگی سے جوڑتی ہے۔

عالم اور ادیب کے درمیان فرق کو اس طرح پہچانا جاسکتا ہے کہ عالم کا مقصد اشیاء میں باہم مقابلہ کرنا ہوتا ہے، وہ ان کے بارے میں سوچتا ہے، ادیب کی توجہ طبیعت کی طرف ہوتی ہے، وہ ہم کو وجدان سے قریب کرتا ہے اور وجدانی آواز و تاثر سے ملاتا ہے۔ عالم اشیاء کی تعبیر جس دقیق پیرایہ میں کرتا ہے۔ اس کا نام علم ہے، اثرِ ادبی شخصیتِ ادیب کی ترجمانی کرتا ہے۔ اثرِ علمی ادیب کی خصوصیاتِ نفسی کی تصویر کشی نہیں کرتا بلکہ اس کا رجحان اسلوبِ عقلی کی طرف ہوتا ہے۔ جس کا تعلق ذات سے نہیں، خارجی دنیا سے ہے۔

اس تغابیر سے نہ فنونِ ادبی میں تضادِ تام دکھانا مقصود ہے، اور نہ اس سے علم اور ادب میں شعوری رشتے کی نفی ہوتی ہے۔ کہنے کی بات یہ ہے کہ بعض کتابیں ایسی ہیں جو علمی ہوتی ہیں۔ ان میں ادبی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں، ان کتابوں میں قضایائے علمیہ کو شعور اور وجدان کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے۔ ادبِ فنی اپنے اندر قوت پیدا کرنے کے لئے حقائق یا عقلیت کا محتاج ہے اور عقل و شعور کے باہمی تعاون سے فنِ کتابی کی ساخت استوار ہوتی ہے۔ آثارِ ادبی میں عقل و شعور کی پذیرائی، تعمیرِ حقیقت کرتی ہے۔ حقیقت لباسِ مجاز میں جلوہ گر ہوکر قبولِ عام کی سند پاتی ہے۔ حقیقتِ عقلیہ اگر جذبے کا دامن چھوڑ دے تو نہ قصیدہ حیاتِ جاوداں پاسکتا ہے اور نہ افسانہ۔ قوانینِ طلوع و غروب کا علم، ایک فطری عالم کے مطالعۂ جمال کو ناقص نہیں کرتا۔ تاوقتیکہ وہ خود اپنی لطافتِ حِسی کو نہ کھو بیٹھے، اور نظارۂ جمال کی خوشیوں کو بھول کر اپنی تمام تر توجہ قوانینِ کائنات کی طرف منعطف نہ کر دے۔

انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ عقل اور شعور کے درمیان توازن برقرار رکھے فکر اور وجدان دونوں کو ساتھ لے کر چلے۔ عقلیت اور حسیت میں سے دونوں کو ایک دوسرے پر غالب آنے نہ دے۔ ان میں سے ہر طاقت کو زندہ رکھے، نہ جذبات کا غلام بن جائے اور نہ بندۂ عقل و افکار، جذبے کی بندگی سے فکری سطحیت پیدا ہوتی ہے۔ اور محض عقل کی پاسبانی، زندگی کی تگ و دو میں حیاتِ ادبی کی فطری نشاط کو زائل کر دیتی ہے۔

ادب نام ہے کلامِ منقول اور مرَوِی کا۔ اور ادبِ تاریخی نام ہے اس کلامِ منقول اور اس کے متعلقہ سمجھنے کا۔ ادبِ تاریخی علم اور ادب کے درمیان ایک چیز ہے، اس میں علم کی موضوعیت اور ادب کی ذاتیت دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔

مورخِ ادبی عقلِ انسانی اور شعورِ انسانی کی تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے۔ مؤرخِ ادبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ علومِ عقلیہ۔ فلسفہ۔ فنونِ لطیفہ کے ساتھ، اجتماعی، سیاسی اور اقتصادی زندگی کا بھی مطالعہ کرے۔

تاریخ کی وہ کتابیں جو محض خشک حوادث کا مجموعہ ہوں، ان میں نہ فہم و فراست کو دخل ہو، نہ ان کی بنیاد علت و معلول پر ہو۔ اور نہ اُن میں حوادث کے باہم تعلق پر زور دیا گیا ہو۔ ایسی کتابیں پراگندہ قصوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ ان کو تاریخ کا مادۂ خام کہا جا سکتا ہے، اس مادہ خام سے روشن خیال وسیع المشرب اور صاحبِ طرز مورخِ ادبی استفادہ کرتا ہے۔

تاریخِ ادب سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ادب پر کتنے دور گزرے؟ اور ماحول اور زمانہ کے اختلاف اور تضاد و مؤثرات سے ادب پر کیا اثر پڑا؟ تاریخِ ادب انھیں عوامل اور مؤثرات سے بحث کرتی ہے جن سے ادبی ذوق اور فن متاثر ہوتا ہے۔ وہ علم اور فن کی درمیانی کڑی ہے۔ جہاں حقائق اور جذبات دونوں جمع ہو گئے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ تاریخ بھی ایک علم ہے۔

تاریخ کے مادی نظریئے کے مطابق، عقل کو تاریخ کی بنیادی غرض شمار کیا جاتا ہے، رجالِ تاریخ نے جن واقعات سے بحث کی ہے، ان کو سچائی سے نقل کر دینا تاریخی ثقافت کا نشانِ اول ہے۔

ادبِ تاریخی۔ واقعات کی صحیح ترجمانی اور صحتِ بیان پر بھی زور دیتا ہے۔ اور ان کے اسباب و محرکات سے بھی بحث کرتا ہے، وہ عقلِ مدبر اور انفعالِ محرک سے چراغِ راہ گزر اور جذبات و وجدان کی آگ پیدا کرتا ہے۔ جو کائنات کو نئے اُجالوں سے روشن کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جمالیاتی تاثیر و تاثر یا جذبے کو ادبِ تاریخی میں ثانوی درجہ حاصل ہے۔

سیاسی زندگی کا اضطراب اور فساد، ادبی زندگی میں فساد اور اضطراب پیدا کرتا ہے۔ لیکن سیاست کو ادب کے پرکھنے کی کسوٹی نہیں بنایا جا سکتا۔ ہر عہد کا ادب اپنے عہد کی روایتوں کا نقیب ہوتا ہے، مادی تبدیلی سے داخلی کیفیتیں بدل جاتی ہیں۔ ساز بدلتے ہیں تو نئے راگ پیدا ہوتے ہیں، تغیرات مادی چیزیں ہیں۔ وہ تخیل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ سیاسی تبدیلی اسلوب کو تخیلی حقیقت اور واقعیت کی طرف لے جاتی ہے کبھی سیاسی زندگی کی ترقی، ادبی ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ اور کبھی سیاسی زندگی کا زوال بھی ادبی ترقی کا موجب ہوتا ہے، اس اعتبار سے ادب اور

سیاست کا تعلق اکثر اوقات معکوسی ہے۔ ادب میں نظریئے سے انکار، قوت سے انکار ہے۔ لیکن اگر نظریہ کسی طبقاتی کشمکش یا سیاسی پارٹی کا آرگن ہے۔ تو وہ سیاسی پروپیگنڈا ہوگا، ادب نہیں ہوگا۔ اس کو ادبی رسالت کا مرتبہ نہیں دیا جا سکتا۔

ادب سیاسی پروپیگنڈا نہیں، وہ ایک بحرِ بے کراں ہے، اس میں چاندنی، بہار، جوانی، نغمہ اور سبزے کی دلکشی ہے، اس کو تاریخی جبریت کا شکار نہیں بنانا چاہیئے۔ اس سے شاعر یا ادیب کا مذاقِ سخن بگڑ جاتا ہے۔

ادب کا ایک ہمہ گیر اور آفاقی ذہن ہوتا ہے، وہ ماقبلِ منطق حسیات کے بعد، افادیت پر زور دیتا ہے جس طرح سماجی اور سیاسی آزادی کی ضرورت ہے۔ عقلی اور شعوری زندگی کے لئے بھی آزادیِ رائے ضروری ہے۔ آزادیِ رائے ادب کو اونچا اٹھاتی ہے، آزادی ایک ایسی طاقت ہے جو ادب کو EXTENTIALISM وجودیت اور ادبی ثقافت کو حرکت کی طرف لے جاتی ہے، ادب، مذہب یا دینی علوم کا وسیلہ بننے سے آزاد ہے زندہ ادب پائیدار اور دیرپا ہوتا ہے۔ وہ وقتی یا لمحاتی چیز نہیں۔ وہ مذہبی تقدیسوں اور احتراموں سے آزادی کا خواہش مند ہے۔ وہ بحث، نقد، تحلیل، شک، انکار اور تردید کی بارگاہ میں سر جھکاتا ہے۔ وہ ہمیشہ پڑھا جاتا ہے، بار بار پڑھنے سے اس کی رونق اور جمال میں اضافہ ہوتا ہے۔

مذہب سے ادب کا تعلق صرف اتنا ہے کہ مذہب کلچر اور اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، ادب کا مقصد بھی تہذیبِ نفس اور تشفیف و تربیت ہوتا ہے۔ دینی ثقافت ادب کو اعیان کا تصور دیتی ہے۔ ادب اپنے اندر اقدارِ اعلیٰ کی ایک معروضی ذہنی شکل پیدا کرنے کے بعد لوگوں میں اخلاقِ فاضلہ اور سیرتِ محمودہ کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ادب نفسی، اجتماعی ہیئت میں تغیر اور ثقافتی گوشوں میں تنوع پیدا کرتا ہے۔ اچھا اسلوب علم یا صناعی ہیں، اخلاقی اقدار کا معلّم ہوتا ہے۔ صرف و نظم، لغت، نحو، بلاغت اور نقد ادبی علوم ہیں۔ یہ ادبی ثقافت کے ستون ہیں۔ یہ علوم اپنا مستقل درجہ رکھتے ہیں۔ اور ادبِ فنی سے ہٹ کر ان کی اپنی الگ ایک حیثیت ہے۔ ان علوم کی اہمیت یہ ہے کہ یہ علوم ادیب کی شخصیت اور اس کے ذہن کی جلا کرتے ہیں ادیب، ادب کی تخلیق میں ان سے مدد لیتا ہے۔ یہ علوم ادیب کے فہم و ادراک کو ادبی بلوغ عطا کرتے ہیں۔ اور ثقافتِ ادبی کی تعمیر کرتے ہیں۔!!